وحدت امت کا داعی اور غلبہ اسلام کا علمبردار

پندرہ روزہ

الشریعۃ

گوجرانوالہ

زیر سرپرستی:

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم

زیر ادارت:

ابو عمار زاہد الراشدی

الشریعۃ اکادمی

مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

یہودیوں کے چند مذہبی احکام

یہود کی کتاب "تلمود" جو دنیا کے سارے یہودیوں کا دینی و دنیاوی دستور ہے' اس کے چند اقتباسات یہ ہیں۔

- یہودی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں' یہود اللہ تعالیٰ سے وہی عنصری تعلق رکھتے ہیں جو کسی بیٹے کو اپنے باپ سے ہوتا ہے۔
- اگر یہود دنیا میں نہ ہوتے تو آفتاب طلوع نہ ہوتا اور نہ زمین پر کبھی مینہ برستا۔
- اللہ نے تمام انسانوں کے کمائے ہوئے مال و منال پر یہود کو تسلط و تصرف کا اختیار کامل دے دیا ہے۔
- جو یہودی نہیں ہے' اس کا مال' مال متروکہ کا حکم رکھتا ہے۔ یہودیوں کو یہ حق حاصل ہے جس طرح چاہیں' اسے اپنے قبضہ میں لائیں اور جو تصرف چاہیں کریں۔ یہی حکم ان عورتوں کے لیے ہے جو نسلاً" یہودیہ نہیں ہیں۔
- اللہ نے اپنی پسندیدہ نسل یہود کے اختیار میں تمام حیوانوں اور انسانوں کو دے دیا ہے اس لیے کہ اسے معلوم ہے کہ یہود کو جانوروں کی دونوں قسموں کی ضرورت ہے۔ ایک تو وہ جانور جو بات چیت نہیں کرتے مثلاً چوپائے' طیور۔ دوسرے وہ جانور جو بات چیت کرتے ہیں۔ اس قسم میں مشرق و مغرب کے تمام وہ لوگ داخل ہیں جو یہودی نسل کے نہیں ہیں۔
- اللہ نے ان سب کو ہمارے اختیار میں اس لیے دیا ہے کہ ہم ان سے جس طرح چاہیں' اپنی خدمت لیں۔
- ہر یہودی کا یہ فرض ہے کہ غیر یہودیوں کے قبضہ میں کسی مال کے جانے کو روکے تاکہ دنیا کے ہر مال کی ملکیت یہود اور صرف یہود کے لیے باقی رہے۔
- کسی یہودی کو اگر فائدہ پہنچ رہا ہے یا کسی غیر یہودی کو نقصان پہنچ سکتا ہو تو جھوٹ بولنا' جھوٹی گواہی دینا اور دھوکہ فریب سے کام لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب ہے۔
- کسی غیر یہودی کی سلامتی یا اس کی بہتری کے لیے کوئی تمنا اپنے دل میں ہرگز نہ آنے دو۔
- اگر کوئی آبادی تمہارے (اے یہودیو!) قبضہ میں آ جائے تو وہاں کے تمام لوگوں کو قتل کر دو' تم کو اس کی قطعاً" اجازت نہیں ہے کہ اپنے پاس کوئی قیدی رکھو۔ عورت' مرد' بوڑھے' بچے سب قتل کر دیے جائیں۔
- جس سرزمین پر یہودیوں کا قبضہ نہیں ہے' وہ نجس و ناپاک ہے اس لیے کہ پاک و طاہر صرف یہودی ہوتے ہیں اور وہ سرزمین پاک ہوتی ہے جس پر یہودیوں کا قبضہ ہو۔

ویسے تو کتاب "تلمود" کے مکمل سات حصے اس قسم کی عجیب و غریب ہدایات سے بھرے ہوئے ہیں اور عملاً وہ اس کے پابند بھی ہیں لیکن صرف یہ دس اقتباسات ہی اس بات کے لیے کافی ہیں کہ امریکہ کے مشہور و معروف صنعت کار ہنری فورڈ نے جب مسیحی اقوام کے ہاتھوں یہودیوں کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ "یہودیوں کے مصائب اور ان پر آنے والی آفتیں انسانیت کے خلاف ان کے جرائم اور آدمیت کے خلاف ان کی چیرہ دستیوں کے انکشاف کا لازمی و طبعی نتیجہ تھیں" تو ہنری فورڈ نے کوئی غلط بیانی نہیں کی تھی۔ (بحوالہ مقالات ہاشمی از مولانا عبد القدوس ہاشمی" ص ۱۸۶)

پندرہ روزہ

الشریعۃ

گوجرانوالہ

الشریعۃ اکادمی گوجرانوالہ کا ترجمان

جلد ۱۰ | یکم اپریل ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۳ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ | شمارہ ۷

فہرست مضامین

کلمہ حق	رئیس التحریر	۴
حلال کمائی اور اس کے تقاضے	مولانا محمد سرفراز خان صفدر	۶
اللہ کی نعمتیں اور انسانوں کی ناشکری	مولانا صوفی عبد الحمید سواتی	۷
وحی کی ضرورت اور اس کی حقیقت وماہیت	ابو عمار زاہد الراشدی	۸
سیدنا طفیل بن عمرو دوسیؓ کا قبول اسلام	حکیم محمود احمد ظفر	۱۰
اقلیتوں کی سرگرمیاں، ایک لمحہ فکریہ	عبد الرشید ارشد	۱۴
مولانا قاری محمد بشیر مرحومؒ	مولانا محمد اورنگ زیب اعوان	۱۵
جرس کارواں		۱۷
تعارف و تبصرہ	رئیس التحریر	۱۸

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

رئیس التحریر

ابو عمار زاہد الراشدی

مدیر

حافظ محمد عمار خان ناصر

مدیر منتظم

عامر خان راشدی

زرِ مبادلہ

سالانہ ایک سو روپے

فی پرچہ پانچ روپے

بیرونی ممالک سے

دس امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کے لیے

مرکزی جامع مسجد

پوسٹ بکس 331 گوجرانوالہ

فون و فیکس

0431-219663

ای میل

alsharia@paknet4.ptc.pk

ویب ایڈریس

http://www.ummah.net/al-sharia

نرخنامہ اشتہارات

آخری صفحہ	دو ہزار روپے
اندرونی صفحہ ٹائٹل	پندرہ سو روپے
اندرونی صفحہ عام	بارہ سو روپے

مسعود اختر پرنٹرز میکلوڈ روڈ لاہور میں چھپا اور حافظ محمد عبد المتین خان زاہد نے مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ سے شائع کیا

کلمہ حق رئیس التحریر

اشک آباد کے مذاکرات اور مولانا سمیع الحق کی پیشکش

گزشتہ دنوں دو اچھی خبریں پڑھنے کو ملیں اور ذہن کی سکرین پر خوشی کی کرنیں جھلملانے لگیں۔ ایک خبر اشک آباد میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مذاکرات کی کامیابی کی ہے جو کم و بیش سبھی اخبارات نے شائع کی ہے اور دوسری مولانا سمیع الحق کی طرف سے مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ اتحاد کی پیش کش ہے جو انہوں نے "اوصاف" کو انٹرویو دیتے ہوئے کی ہے۔ افغانستان کے بارے میں ایک مضمون راقم الحروف نے عرض کیا تھا کہ استعماری قوتوں کی دیرینہ خواہش ہے کہ افغانستان شمال اور جنوب میں تقسیم ہو جائے اور شمال میں ایک ایسی ریاست قائم ہو جو کابل کی نظریاتی اسلامی حکومت اور وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں کے درمیان "بفر اسٹیٹ" کا کام دے۔ اس تقسیم کو روکنے کے لیے ضروری تھا کہ یا تو طالبان شمالی اتحاد کے خلاف مکمل فتح حاصل کر کے پورے افغانستان پر کنٹرول حاصل کر لیں اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو شمالی اتحاد کو اعتماد میں لے کر عالمی مداخلت کے امکانات کو کم سے کم کرنے کی صورت اختیار کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے راستے میں خاطر خواہ کامیابی نہ ملنے پر طالبان نے دوسرا راستہ اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے جو عالمی حالات کے موجودہ تناظر میں آخری چارہ کار کے طور پر بہتر ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ مذاکرات مزید آگے بڑھے تو افغانستان میں ایک مستحکم حکومت کے قیام اور تباہ حال افغانستان کی تعمیر نو کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم اس مفاہمت کا خیر مقدم کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار کریں اور افغان قوم کے لیے بہتر مستقبل کا زینہ بنائیں۔ (آمین)

اس میں جہاں اطمینان کا ایک پہلو ہے کہ مذاکرات میں طالبان کا سامنا جنرل دوستم اور جنرل عبد المالک جیسے کمیونسٹ لیڈروں سے نہیں بلکہ پروفیسر برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود جیسے جہادی راہ نماؤں سے ہے۔ جن سے تمام تر اختلاف کے باوجود روسی جارحیت کے خلاف دس سالہ جہاد افغانستان میں ان کے نمایاں کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اگر باہمی اختلافات پر خوش اسلوبی سے قابو پا لیا جائے تو وہ طالبان کے فطری اور نظریاتی حلیف ثابت ہو سکتے ہیں مگر اس میں خدشے کا ایک پہلو بھی موجود ہے کہ کابل میں مشترکہ قومی حکومت کے قیام سے افغانستان کا رخ ایک خالص نظریاتی اور بے لچک اسلامی ریاست کی بجائے عالمی برادری کے لیے قابل قبول مسلم ریاست کی طرف موڑا جا سکتا ہے اور ہمارے خیال میں ان مذاکرات کی کامیابی کے بعد عالمی اداروں کی جدوجہد اسی ہدف کے لیے وقف ہو جائے گی کہ دیگر بہت سے مسلم ممالک کی طرح افغانستان بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے دنیا کے موجودہ عالمی کلچر اور بین الاقوامی سسٹم کا ایک قابل قبول یا کم از کم گوارا حصہ بن جائے اور عالم اسلام کی دینی تحریکات کا وہ خواب پورا نہ ہونے پائے جو وہ دنیا کے نقشے پر ایک خالص نظریاتی اور مثالی اسلامی ریاست کے ابھرنے کے حوالہ سے ایک عرصہ سے دیکھ رہی ہیں۔ بہرحال یہ طالبان کی قیادت کا امتحان ہے اور ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ خلافت راشدہ کی طرز پر خالص اور اصلی اسلام کے ساتھ ان کی کمٹ منٹ اگر قائم رہی تو انہیں اسلامی تحریکات کے نظریاتی کارکنوں کی حمایت، دعائیں اور تعاون بدستور حاصل رہے گا۔

مولانا سمیع الحق کی طرف سے مولانا فضل الرحمٰن کو اتحاد کی پیش کش کے حوالہ سے عرض ہے کہ جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایم آر ڈی کی شکل میں پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کا مسئلہ اختلاف کا باعث تھا۔ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ اور ان کے رفقاء پیپلز پارٹی کے ساتھ ایم آر ڈی میں شریک کار بننے کے خلاف تھے اور مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ جماعتی راہ نماؤں کا ایک بڑا گروہ ایم آر ڈی میں شامل ہو گیا تھا۔ جمعیت علماء اسلام دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ درخواستی

گروپ اور دوسرا فضل الرحمٰن گروپ کہلایا۔ راقم الحروف اس کشمکش میں حضرت درخواستیؒ کے ساتھ تھا اور ان کے گروپ کا ایک سرگرم کردار تھا۔ ایم آر ڈی ختم ہوئی تو وجہ اختلاف ختم ہو جانے کی وجہ سے بہت سے جماعتی حلقوں کی طرف سے تحریک ہوئی کہ اب جمعیت کو پھر سے متحد ہو جانا چاہیے کیونکہ پالیسی کا کوئی نمایاں اختلاف باقی نہیں رہا تھا۔ راقم الحروف بھی اتحاد کی اس کوشش میں پیش پیش رہا اور اب بھی ہے۔ ایک مرحلہ ایسا آیا کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ اور مولانا فضل الرحمٰن کے درمیان اتحاد طے پاگیا اور جمعیت علماء اسلام کے متحد ہونے کا اعلان کر دیا گیا مگر حضرت درخواستیؒ کی جمعیت کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء نے اس اتحاد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مولانا سمیع الحق گروپ کے نام سے الگ گروپ بنالیا جو ابھی تک قائم ہے۔ اسی وجہ سے جمعیت علماء اسلام اب بھی دو دھڑوں میں منقسم نظر آتی ہے اور اس کے اتحاد کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو رہی۔

اس صورت حال میں سرحد اور بلوچستان میں دونوں دھڑوں کے اختلافات اور قومی انتخابات میں ایک دوسرے کے مقابلہ کی وجہ سے جمعیت علماء اسلام کی پارلیمانی قوت دن بدن سکڑتی جا رہی ہے اور ملک بھر میں نفاذ اسلام، عالمی استعمار کے عزائم کی روک تھام اور قومی مسائل میں ایک مضبوط آواز کے طور پر جدوجہد کا وہ مقام اور کردار جمعیت علماء اسلام کو حاصل نہیں رہا جو بیس سال قبل اسے حاصل تھا اور جمعیت علماء اسلام کے نظریاتی کارکنوں اور اس کے بہی خواہ علماء کرام کی یہ خواہش حسرت میں بدلتی جا رہی ہے کہ اے کاش! جمعیت علماء اسلام ایک بار پھر متحد ہو کر قومی سیاست میں اپنا جائز مقام بحال کر لے۔ اس پس منظر میں مولانا سمیع الحق کے اعلان پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی اور مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں دو گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ انہیں یاد ہوگا کہ ۹۵ء کے عام انتخابات سے پہلے مولانا عبد الحفیظ مکی اور راقم الحروف ان دونوں حضرات اور ان کے علاوہ مولانا اعظم طارق کے پاس حاضر ہوئے تھے اور گزارش کی تھی کہ

- جمعیت علماء اسلام کو متحد کر کے حسب سابق ایک جماعت کی شکل دے دی جائے۔
- یہ قابل عمل نہ ہو تو جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑے اور سپاہ صحابہ انتخابی اتحاد بنا کر اکٹھے الیکشن لڑیں
- یہ بھی مشکل ہو تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ جن سیٹوں پر باہمی مقابلہ ہوتا ہے اور آپس کے مقابلہ کی وجہ سے سیٹیں ضائع ہو جاتی ہیں ان پر باہمی انڈرسٹینڈنگ کر کے باہمی مقابلہ سے گریز کیا جائے تاکہ انتخابی حلقے محفوظ رہیں۔

اس وقت ہماری یہ گزارشات قبول نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ تجاویز ہماری طرف سے آج بھی موجود ہیں اور ایک بار پھر گزارش ہے کہ دونوں راہنما ان کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں۔

دوسری گزارش ہے کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد، امریکی استعمار کے عزائم کے مقابلہ اور دینی مدارس و مراکز کے تحفظ جیسے اہم اہداف کی خاطر دیوبندی مکتب فکر کی اکثر و بیشتر دینی و سیاسی جماعتوں کا ایک متحدہ محاذ "مجلس عمل علماء اسلام پاکستان" کے نام سے گزشتہ سال قائم ہوا تھا جس میں جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑے اور سپاہ صحابہ بھی شامل ہیں مگر کچھ ذہنی تحفظات کی وجہ سے دونوں جماعتوں کی قیادت خود اس میں آگے آنے سے گریز کر رہی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ متحدہ محاذ ایک اچھا فورم ہے اور اگر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق خود آگے بڑھ کر اس کی قیادت کریں تو علماء دیوبند کی منتشر قوت کو ایک بار پھر متحد کیا جا سکتا ہے اور دونوں لیڈروں کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ دیوبندیوں کی قوت اگر کسی بھی حوالہ سے متحد ہوگی تو اس کا سیاسی فائدہ انہی دو قائدین کو ہوگا اس لیے حوصلہ کر کے آگے بڑھیں اور علماء اور کارکنوں کی دعائیں لیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر

حلال کمائی اور اس کے تقاضے

گزشتہ ہفتے ہمارے محترم دوست اور رفیق کار جناب محمد لقمان میر نے گلہ بکر منڈی گوجرانوالہ میں اپنی نئی فیکٹری کے افتتاح کے موقع پر ایک تقریب کا اہتمام کیا جس میں ان کے خاندان کے متعدد حضرات کے علاوہ علاقہ کے بہت سے تاجر اور کارخانہ دار حضرات نے بھی شرکت کی۔ تقریب سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان اور مولانا زاہد الراشدی نے خطاب کیا اور دعائے خیر کے ساتھ فیکٹری میں ڈھلائی کی بھٹی چالو کر کے کام کا آغاز کیا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے خطاب کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد

سورۃ الجمعہ کی آخری سے پہلی آیت کریمہ کی تلاوت کر کے فرمایا کہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "جب تم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔"

جمعہ کی نماز کے بارے میں فقہائے کرام نے مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ پہلی اذان ہو جائے تو ہر قسم کا کاروبار اور ہر وہ کام کرنا ناجائز ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ کی تیاری سے نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو کاروبار چھوڑ دو اور نماز کی طرف جلدی کرو۔ جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اذان سے مراد پہلی اذان ہے اور اس کے بعد کسی ایسے کام کی اجازت نہیں ہے جو جمعہ کی تیاری سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ جمعہ کی تیاری سے مراد یہ ہے کہ غسل کرنا ہے، کپڑے بدلنے ہیں، جامع مسجد تک پہنچنے کے لیے سواری حاصل کرنی ہے، اس طرح کے ضروری کام کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام اذان سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نکاح کا تعلق شرعی احکام سے ہے لیکن فقہاء کرام اس کی بھی اس دوران اجازت نہیں دیتے کیونکہ اس کا تعلق جمعہ کی تیاری سے نہیں ہے۔ یہاں ایک مسئلہ اور یاد رکھیں کہ اذانیں چونکہ جمعہ کا وقت شروع ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں اور نماز جمعہ کے اوقات بھی مختلف ہوتے ہیں اس لیے ہر شخص کے لیے اذان اور نماز سے مراد اس مسجد کی اذان اور نماز ہے جس میں وہ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے اور اسی مسجد کے اوقات کے لحاظ سے وہ کاروبار بند کرنے اور دوبارہ شروع کرنے کا پابند ہے۔ باقی مساجد کی اذانوں کا اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔

ارشاد خداوندی ہے کہ جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش میں پھیل جاؤ اور رزق کماؤ، یہاں رزق کمانے کا حکم دیا ہے اور حلال طریقہ سے رزق کمانا بھی عبادت شمار ہوتا ہے۔ اسلام نے روزی کمانے اور دولت حاصل کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس کی ترغیب دی ہے۔ البتہ یہ پابندی لگائی ہے کہ حلال ذرائع سے کماؤ، جائز مقامات پر خرچ کرو اور شریعت کے حکم کے مطابق زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے رہو۔ ان امور کی پابندی ہو جائے تو دولت جتنی زیادہ بھی حاصل ہو اس میں کوئی حرج نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل ہے اور اگر حلال و حرام کی پابندی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ ہوں تو یہی مال نعمت کی بجائے عذاب ہے اور اسی مال کو ایک حدیث میں گندگی قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کے بہت سے احکام مال پر موقوف ہیں۔ زکوٰۃ عبادت ہے مگر مال ہو گا تو واجب ہو گی، حج اسلام کا بنیادی رکن ہے مگر مال اس کے لیے بھی ضروری ہے۔ اسی طرح قربانی، صدقہ فطر اور دیگر بعض عبادات کا انحصار دولت پر ہے۔ اس لیے دولت کمانا اور جمع کرنا اسلام میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ ہاں حلال و حرام کی پابندی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے ورنہ یہی دولت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا باعث بن جائے گی۔ اسی طرح اسلام میں فارغ بیٹھ جانا اور محنت مزدوری نہ کرنا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے، جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ کو وہ شخص سخت ناپسند ہے جو صاحب عیال ہو اور فارغ بیٹھا رہے۔"

یعنی اس کے بیوی بچے ہیں جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے مگر وہ ان کی فکر نہیں کرتا اور محنت مزدوری کرنے کی بجائے فارغ بیٹھا رہتا ہے۔ ایسے شخص کو ہمارے ہاں پنجابی میں "ہڈ حرام" کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

"کسی شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت افراد کو ضائع کر دے۔"

ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق پورے نہ کرے، ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھے اور ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ضائع ہو جائیں گے۔

الغرض شریعت نے مال کمانے سے منع نہیں کیا بلکہ بیوی بچوں اور دیگر زیر کفالت افراد کے حقوق پورے کرنے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور اس کے لیے محنت مشقت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی شریعت کے تقاضوں میں سے ہے۔ البتہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کی پابندی کی جائے۔ حلال و حرام کا فرق ملحوظ رکھا جائے اور جہاں جہاں شریعت نے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہاں مال خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

اللہ کی نعمتیں اور انسانوں کی ناشکری

سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے درمیان یہ بحث ہے کہ اصل چیز سرمایہ ہے یا محنت۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے لوگ بضد ہیں کہ اصل چیز سرمایہ ہے۔ سرمایہ ہوگا تو محنت کے مواقع پیدا ہوں گے لہٰذا سرمایہ مقدم ہے۔ دوسری طرف سوشلزم اور کمیونزم والے کہتے ہیں کہ سرمایہ محنت سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر محنت ہی نہیں ہے تو سرمایہ کہاں سے آئے گا؟ لہٰذا وہ مزدوروں کے حقوق کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ سرمایہ دار ہے اور نہ محنت کش، بلکہ مالک حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔ انسانی ملکیت عارضی ہے اور اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ نے آزمائش کے لیے ملکیت ان کو عطا کی ہے۔ ان سے پہلے بھی وہی مالک تھا اور ان کے بعد بھی وہی مالک ہوگا لہٰذا اس کے مقرر کردہ ضابطے کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں امن قائم رہے۔

فرمایا ہم نے مویشی پیدا کر کے انسانوں کی ملکیت میں دے دیے وذللناھا لھم اور پھر ان مویشیوں کو انسانوں کے تابع کر دیا۔ ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے، بھینس کتنے بڑے بڑے جانور ہیں جو انسانوں سے بیسیوں گنا زیادہ طاقتور ہیں مگر اللہ نے ان کے طبائع میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تمہیں انسان کی خدمت کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اتنے طاقتور ہونے کے باوجود انسان کے اشارے پر چلتے ہیں اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو انسان کو مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا فمنھا رکوبھم بعض ان میں سے وہ ہیں جو انسانوں کے لیے سواری کا کام دیتے ہیں۔ ومنھا یاکلون اور ان میں سے بعض کو گوشت کھاتے ہیں۔ دیکھ لیں گدھا، خچر، گھوڑا، اونٹ وغیرہ سواری کا کام دیتے ہیں اور گائے، بھینس، بھیڑ، بکری کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

فرمایا ولھم فیھا منافع ان جانوروں میں انسانوں کے لیے دیگر فوائد بھی ہیں۔ ان کے بال، کھال، ہڈیاں، چربی، گھی، سینگ اور چمڑا تک انسانی ضروریات کا حصہ ہیں۔ جانوروں کا تو گوبر بھی ضائع نہیں جاتا۔ اس کو سکھا کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی کھاد استعمال میں لائی جاتی ہے۔ اب تو توانائی پیدا کرنے کے لیے گوبر کے پلانٹ بھی لگ رہے ہیں۔ ومشارب اور جانور انسانوں کے لیے پینے کے گھاٹ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تھنوں میں وافر دودھ پیدا کر دیا ہے جو انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ ہے۔ فرمایا افلا یشکرون اتنے فوائد حاصل کرنے کے باوجود بھی کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ امام بیہقیؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابو درداءؓ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کی حالت عجیب ہے اخلق ویعبد غیری کہ پیدا میں کرتا ہوں مگر یہ عبادت دوسروں کی کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ نعمت میں دیتا ہوں مگر یہ شکریہ غیروں کا ادا کرتے ہیں، انسانوں کی طرح جن بھی مختلف پارٹیوں اور فرقوں میں تقسیم ہیں اور وہ ناشکر گزاری کرتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ کفر و شرک، بد عقیدگی، ناشکر گزاری ہی کا نتیجہ ہے۔ ظلم وتعدی، معصیت سب ناشکر گزاری کا حصہ ہیں۔ اگر انسان اللہ کی نعمتوں کی قدر کرتے تو ناشکر گزار نہ بنتے۔

آگے اللہ نے شرک کی مذمت بیان فرمائی۔ واتخذوا من دون اللہ الھۃ انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں جن کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ ان سے مرادیں مانگتے ہیں، ان کو نذر ونیاز پیش کرتے ہیں، ان کو مافوق الاسباب پکارتے ہیں، ان کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔ یہ سب مشرکانہ باتیں ہیں۔ کیونکہ خالق اور مالک تو میں ہوں، اور معبود وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہے۔ لہٰذا یہ غیروں کو معبود کیوں بناتے ہیں؟ اور ایسا کرنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے لعلھم ینصرون شاید کہ وہ مدد کیے جائیں۔ یہ معبود مشکل وقت میں ان کی مدد کو پہنچیں گے۔ فرمایا وہ بیچارے ان کی کیا مدد کریں گے لا یستطیعون نصرھم وہ تو ان کی مدد کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ ان کی حالت تو یہ ہوگی وھم لھم جند محضرون یہ لوگ ان معبودوں کے لشکر ہوں گے، ان سب کو پکڑ کر حاضر کیا جائے گا۔ سب عابد اور معبود اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اللہ پوچھے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے۔ مگر کسی سے کوئی جواب بن نہیں آئے گا اور پھر عابد اور معبود ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

کافر اور مشرک لوگ پیغمبر اسلام اور آپ کے پیروکاروں کو سخت ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچاتے تھے۔ اللہ نے تسلی کے طور پر فرمایا فلا یحزنک قولھم ان کی باتیں آپ کو غم میں نہ ڈالیں۔ انا نعلم ما یسرون وما یعلنون ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کو یہ چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارے علم سے ان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہم ان کی نیت اور ارادے سے بھی واقف ہیں اور ظاہری حرکات کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی خفیہ منصوبہ بندیاں بھی ہمارے سامنے ہیں اور ان کے نفاق کو ہم جانتے ہیں۔ نافرمانوں نے پہلے انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا، آپ غم نہ کریں بلکہ اپنا کام جاری رکھیں، ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔

مولانا زاہد الراشدی

وحی کی ضرورت اور اس کی حقیقت و ماہیت

۱۰ مارچ ۹۹ء کو جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر میں بخاری شریف کے سبق کے آغاز پر ایک باوقار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء کرام اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ بہت سے دیگر شہریوں نے بھی شرکت کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدظلہ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث کا درس دے کر سبق کا آغاز فرمایا جبکہ ان کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد السلام، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب اور مدیر الشریعہ مولانا زاہد الراشدی نے بھی شرکاء سے خطاب کیا۔ مولانا راشدی کے خطاب کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ حضرات علماء کرام، محترم بزرگو! دوستو اور عزیز طلبہ!

حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب نے مجھے اور آپ دونوں کو آزمائش میں ڈال دیا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان مدظلہ کے خطاب کے بعد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ کے خطاب سے پہلے مجھے حکم دیا ہے کہ بخاری شریف کے سبق کے افتتاح کی اس تقریب میں آپ حضرات کی خدمت میں کچھ گزارشات پیش کروں۔ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان دو بزرگوں کے درمیان مجھ جیسا طالب علم کیا بات کرے گا؟ البتہ ایک بات ذہن میں آئی ہے جس سے کچھ حوصلہ ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے نصاب کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر وہ سال کے آغاز اور اختتام پر مکمل ہے تو درمیان میں کسی وقت اس میں کمی بھی ہو جائے تو اس کمی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے یہ سوچ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا ہوں کہ گفتگو کا آغاز حضرت مولانا حسن جان صاحب نے کیا ہے اور اختتام اور دعاء حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب فرمائیں گے اگر درمیان میں مجھ جیسے طالب علم کی کمزور باتیں بھی ہو جائیں تو تقریب کا نصاب بہرحال متاثر نہیں ہو گا۔

حضرات محترم! امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عظیم المرتبت کتاب کا آغاز "بدء الوحی" سے کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز کیسے ہوا تھا؟ اسی مناسبت سے حضرت مولانا حسن جان صاحب نے وحی کے حوالہ سے گفتگو فرمائی ہے اور میں بھی "وحی" کے بارے میں ہی کچھ طالب علمانہ گزارشات پیش کرنا چاہوں گا۔

اول یہ کہ وحی کی ضرورت کیا ہے؟ دوسری یہ کہ وحی کی ماہیت کیا ہے؟ اور تیسری یہ کہ بخاری شریف جس علم کی کتاب ہے یعنی حدیث نبویؐ اس علم کا وحی کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ جہاں تک وحی کی ضرورت کا تعلق ہے اس کے بارے میں اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا یعنی نسل انسانی کے ماں اور باپ کو زمین پر اتارا تھا تو اترنے کے حکم کے ساتھ ہی ایک ہدایت کی تھی کہ

"زمین پر اتر جاؤ! وہاں میری طرف سے ہدایات آتی رہیں گی جس نے ان ہدایات کی پیروی کی وہ غم اور خوف سے نجات پائے گا اور جس نے انہیں جھٹلایا وہ جہنم میں جائے گا۔" (سورۃ البقرہ)

یہاں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زمین ہمارا آبائی وطن نہیں ہے، ہمارا آبائی وطن جنت ہے۔ جہاں ہمارے ماں اور باپ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا کیا گیا۔ زمین میں ہم عارضی طور پر امتحان کے لیے آئے ہیں اور وہ امتحانی عرصہ گزارنے کے بعد ہم نے اس زمین سے واپس چلے جانا ہے۔ البتہ واپس اصلی گھر یعنی جنت میں ان لوگوں کو جانا نصیب ہو گا جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے امتحان میں کامیاب ہوں گے اور جو لوگ ان ہدایات سے انکار کریں گے اور امتحان میں ناکام ثابت ہوں گے وہ واپس اصلی گھر میں نہیں جائیں گے بلکہ دوسرے گھر یعنی عذاب کے گھر دوزخ میں جانا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے پہلے دو افراد کو زمین پر اتارتے ہی کہہ دیا تھا کہ انسانی آبادی زمین پر اپنی مرضی میں آزاد نہیں ہو گی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایات کی پابند ہو گی۔ یہ ہدایات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ "وقتاً فوقتاً" نازل ہوتی رہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہوئیں۔ ان ہدایات کا نام وحی ہے اور یہ زمین پر نسل انسانی کے لیے خدائی دستور ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے وحی سے کتاب کا آغاز کیا اور اس کے بعد ایمان، علم اور اعمال کے ابواب لائے ہیں۔ اس طرح انہوں نے یہ بتا دیا ہے کہ ہمارے ہاں ایمان و یقین اور علم و عمل سمیت ہر چیز کی بنیاد وحی الٰہی ہے اور ہم ہر معاملہ میں وحی الٰہی کی راہ نمائی حاصل کرنے کے پابند ہیں اور اگر آپ غور فرمائیں تو یہ آج کی انسانی سوسائٹی کا سب سے بڑا مسئلہ بھی ہے کہ آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی سے بغاوت کے بعد انسانی سوسائٹی نے جو کئی صدیاں گزاری ہیں اور اپنے مسائل خود حل کرنے کی کوشش کی ہے اس میں ناکامی کے بعد نسل انسانی کو آج پھر وحی الٰہی کی طرف رجوع کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ انسانی سوسائٹی اپنی حکمران خود ہے اور اسے اپنے معاملات طے کرنے کے لیے باہر سے کسی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ آج دنیا بھر میں یہی گمراہی مسلط ہے مگر ہم

بخاریؒ نے "بدء الوحی" سے کتاب کا آغاز کر کے اس تصور کو رد کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ ہر معاملہ میں وحی الٰہی کی راہ نمائی کی ضرورت ہے اور آسمانی تعلیمات کی پیروی کے بغیر انسانی معاشرہ دنیا یا آخرت کسی جگہ میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وحی کی ماہیت کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وحی انسان کی اپنی کسی تخلیقی صلاحیت کا ثمرہ ہے یا واقعتاً" باہر سے اسے ہدایات ملتی ہیں؟ آج کل عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وحی کا کوئی خارجی وجود نہیں بلکہ بعض انسانوں میں مخصوص قسم کی تخلیقی صلاحیت ہوتی ہے اور اس صلاحیت کی بنیاد پر وہ جو سوچتے اور کہتے ہیں اس کا نام وحی ہے۔ یہ بات سر سید احمد خان نے لکھی ہے اور آج کی فکری گمراہیوں کا سب سے بڑا سرچشمہ یہی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ وحی کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے بلکہ شعر و شاعری طرز کی تخلیقی صلاحیت حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو ودیعت ہوئی تھی۔ اس حوالہ سے ان پر خاص کیفیت وارد ہوتی تھی۔ اس کیفیت کا نام جبرئیلؑ ہے اور اس کیفیت میں ان کی زبان سے صادر ہونے والے کلام کا نام وحی ہے۔ اس طرح نہ حضرت جبریل علیہ السلام کا کوئی خارجی وجود ہے اور نہ ہی وحی کوئی باہر سے آنے والی ہدایت ہے۔ آج جب کوئی دانش ور جناب نبی اکرم ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرنے اور محبت کے اظہار کے ساتھ ان کی ہدایات کی تعریف کرتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات بہت اچھی تھیں مگر آج کے زمانہ کے لیے نہیں تھیں' اب زمانہ بدل گیا ہے اس لیے بہت سی اصلاحات کی ضرورت ہے تو اس کے پس منظر میں یہی فکری کجی کار فرما ہوتی ہے کہ وحی خود جناب نبی اکرم ﷺ کی سوچ اور تخلیقی صلاحیت کا ثمرہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ وحی باہر سے آنے والی ہدایات کا نام ہے جس کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ لانے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہے اس لیے وحی داخلی کیفیات کا نام نہیں بلکہ خارجی ہدایات ہیں۔ کم و بیش یہی بات قادیانی بھی کہتے ہیں مگر اور انداز سے۔ ان کا کہنا ہے کہ نبوت وہبی نہیں بلکہ کسبی چیز ہے۔ یعنی کوئی شخص خود بھی ترقی اور محنت کر کے نبوت کے منصب تک پہنچ سکتا ہے مگر یہ بات قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ نبوت خالصتاً" وہبی منصب ہے جسے خود اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے عطا فرماتے ہیں اور وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہدایات کا نام ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ہو چکی ہیں اور ان کے بعد نبوت اور وحی کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہو چکا ہے۔ تیسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث و سنت کا وحی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس پر بہت کچھ عرض کیا جا سکتا ہے مگر اس موقع پر مختصراً" صرف اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث و سنت بھی وحی کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ قرآن کریم کا بیان اور اس کی شرح ہے جو جناب نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے رسول اور نمائندہ کی حیثیت سے فرمائی ہے اس لیے قرآن کریم کی مستند اور سرکاری تشریح یہی ہے۔ اس پر تفصیلات میں جانے کی بجائے ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں جو خود امام بخاریؒ نے اس کتاب میں نقل کیا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کوفہ کی جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک درس میں انہوں نے عورتوں کے بارے میں مسائل بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کر دیا کہ

لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات (الخ)

"جسم پر نام گدوانے والی' بال اکھاڑنے والی اور ریتی سے دانت رگڑ کر ان کو چھوٹا کرنے والی عورتوں پر خدا کی لعنت ہے۔"

بخاری شریف کی روایت کے مطابق کوفہ کی ایک خاتون ام یعقوبؒ نے یہ بات سنی تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور پوچھا کہ کیا آپ نے یہ بات بیان فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اس خاتون نے سوال کیا کہ کیا یہ قرآن میں ہے؟ اس کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ جب لعنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو اس کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہیے۔ اس لیے اس نے یہ سوال کر دیا۔ ہمارا زمانہ ہوتا اور ہمارے جیسا کوئی ڈھیلا ڈھالا مولوی ہوتا تو گھبرا جاتا کہ قرآن کریم میں تو یہ موجود نہیں ہے۔ مگر حضرت عبد اللہ بنؓ مسعودؓ نے پورے اعتماد کے ساتھ جواب دیا کہ ہاں قرآن کریم میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اس پر اس خاتون نے تعجب اور حیرت کے ساتھ پوچھا کہ قرآن کریم تو میں نے بھی سارا پڑھا ہے اس میں کہیں یہ مسئلہ موجود نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں فرمایا ہے کہ

"اللہ کے رسولؐ تمہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیں وہ کرو اور جس کام سے روکیں اس سے رک جاؤ۔"

اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نام گدوانے والی' بال اکھاڑنے والی اور دانت رگڑ کر چھوٹے کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دراصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ظاہر بات ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب اللہ تعالیٰ کے رسول اور نمائندہ ہیں تو اصول یہ ہے کہ نمائندہ کی کوئی بات اپنی نہیں ہوتی بلکہ وہ نمائندہ کی حیثیت سے جو کچھ بھی کہتا ہے وہ اسی کی طرف سے ہوتی ہے جس کا وہ نمائندہ ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرما دیا کہ میرا رسول جس کام کے کرنے کا حکم دے وہ کرو اور جس کام سے روکے اس سے رک جاؤ تو اس اصول کے تحت جناب نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے اور جو کچھ بھی کہا ہے وہ قرآنی تعلیمات کا ہی حصہ ہے اور اسے قرآن پاک سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وقت کم ہے اس لیے انہی گزارشات پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حکیم محمود احمد ظفر

سیدنا طفیل بن عمرو دوسیؓ کا قبول اسلام

اسلامی تحریک ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ قریش مکہ نے سرکار دو عالم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں مختلف قسم کی اذیتوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ توحید کا نام لینا اپنے کو گویا مختلف مصائب کے الاؤ میں جھونکنا تھا۔ جاں نثاران نبوت مختلف آزمائشوں میں مبتلا تھے اور کفار ان کے لیے نت نئے ستم ایجاد کرتے رہتے تھے۔ خود سرکار مدینہ ﷺ بھی ان کی ستم رانیوں سے محفوظ نہ تھے۔ ان کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ کہیں سر مبارک پر دھول ڈالی جاتی۔ پتھر مارے جاتے۔ اللہ کا نبی جب حرم پاک میں سر بسجود ہوتا تو نانبجار ستم گار آپ پر طرح طرح کے ظلم وستم کرتے۔ آپ کے ساتھیوں میں بے سہارا طبقہ ظالموں کا خصوصی تختہ مشق ہوتا۔ سیدنا بلال بن رباحؓ اور امیہ بن خلف کا جور وجفا' عرب کی دوپہر آفتاب نصف النہار پر' بلال کی ننگی پشت' کبھی آہنی زرہوں میں ملفوف ننگا بدن' انگارے سی جھلتی ریت' سینے کے اوپر بوجھل تپتے پتھر' سینے کے اندر حرارت ایمان سے دھڑکتا دل' زبان پر احد احد۔ خباب بن الارتؓ جیسے بے آسرا لوگ ظالموں کے بدترین ظلم وستم کا تختہ مشق تھے۔ خبابؓ کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا اور سینے پر ایک بد بخت پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا کہ کروٹ نہ لے سکیں۔ مدتوں بعد یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو سنایا تو پیٹھ کھول کر دکھائی جو برص کے داغ کی طرح بالکل سفید تھی۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۲۲۹) انہی دنوں طفیل بن عمرو دوسیؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

طفیل بن عمرو دوسیؓ قبیلہ دوس کے رئیس تھے۔ یہ قبیلہ یمن کے ایک گوشہ میں آباد تھا اور بڑا طاقتور تھا۔ ایک قلعہ بھی اس کے پاس تھا۔ طفیلؓ شعر وسخن میں نہایت بلند حیثیت کے حامل تھے۔ بڑے زیرک' دانشور اور فہیم تھے۔ وہ قبیلہ کو اپنی قوت بیانی اور طلاقت لسانی سے جدھر چاہتے' مائل کر لیتے تھے۔ قریش سے ان کے حلیفانہ تعلقات تھے۔

قریش مکہ کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی نووارد کو مکہ میں دیکھتے تو اس کو سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے اس قدر متنفر کرنے کی کوشش کرتے کہ اگر وہ خاص آپ ہی کی ملاقات کے خیال سے مکہ مکرمہ آیا ہوتا تو وہ آپ سے ملاقات کے بارے میں اپنا ارادہ فسخ کر دیتا۔ قریش نے جب سنا کہ طفیل بن عمرو دوسیؓ مکہ آئے ہیں تو وہ اس خیال سے بہت پریشان ہوئے کہ اگر انہوں نے محمد (ﷺ) سے ملاقات کی اور وہ ان کے گرویدہ ہو گئے تو ان کا سارا قبیلہ حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے کیونکہ ان کا قبیلہ ان کا خاصا زیر اثر ہے۔

سیدنا طفیلؓ کا بیان ہے کہ جونہی میں نے مکہ شہر کی سرزمین میں قدم رکھا' قریش کے آدمی مجھ سے آ کر ملنے لگے اور ہر شخص مجھ سے یہی کہتا "طفیل! تم ہمارے شہر میں نو وارد اور مہمان ہو' اس لیے ہم تمہیں ازراہ ہمدردی اور خیر خواہی خبردار کرتے ہیں کہ یہاں محمد (ﷺ) نام کا ایک شخص ہے جس نے ہماری جمعیت اور وحدت قومی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو سے بھرا ہے۔ وہ اپنی طلاقت لسانی اور سحر آمیز قوت بیانی سے باپ بیٹے' بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مابین جدائی کی خلیج پیدا کر دیتا ہے۔ اس نے ہمارا قومی شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ تم نووارد ہونے کی وجہ سے یہاں کے حالات سے بالکل بے خبر اور نا آشنا ہو اس لیے ہمیں تمہاری طرف سے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم اس کے دام میں نہ پھنس جاؤ۔ پس یہ ہمارا دوستانہ اور خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ مکہ کے قیام کے دوران اس شخص سے دور رہو اور اس کی بات کی طرف ہرگز کان نہ دھرو۔

سیدنا طفیلؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے مجھے آپؐ کی طرف سے اس قدر وحشت زدہ کر دیا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ بالفرض سر راہے آپؐ سے ملاقات بھی ہو جائے تو آپؐ کی کوئی بات نہ سن سکوں۔ لیکن یہ ساری باتیں بیکار ثابت ہوئیں کیونکہ دوسرے ہی دن میں نے آپ کو مسجد حرام میں بیت اللہ کے نزدیک نماز پڑھتے دیکھا۔ مجھے یہ طریق عبادت بہت پسند آیا۔ میں آپ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں اگرچہ چاہتا تھا کہ آپ کا کلام نہ سنوں لیکن آپؐ نماز میں جو آیات پڑھ رہے تھے' وہ میرے کان تک پہنچ گئیں۔ جب میں نے وہ آیات سنیں تو اس کلام میں بڑی دل آویزی اور جاذبیت معلوم ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میں ایک شاعر' دانشور اور مبصر ہوں۔ نیک وبد میں بخوبی تمیز کر سکتا ہوں۔ اچھے اور برے کو جان سکتا ہوں۔ میں یہ کلام ضرور سنوں گا۔

جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر مسجد الحرام سے واپس ہوئے تو میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ کاشانہ نبوت پر پہنچے تو میں بھی پہنچ گیا۔ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کے کلام سے اس قدر خوفزدہ کیا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی

یہاں تک کہ لوگ مجھے "ذوالقطن" کہنے لگے، لیکن مشیت ایزدی نے انکار کیا کہ میں آپ کا کلام نہ سنوں۔ چنانچہ آج آپ کا کلام کان میں پڑا تو بہت اچھا معلوم ہوا' لہٰذا آپ اپنا دین مجھ پر پیش کریں۔ اگر آپ کی باتوں میں حق وصداقت کی روح نظر آئی تو ضرور قبول کروں گا۔ آپ نے دین کے بنیادی اصول میرے سامنے پیش کیے جو قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں پیوست ہو گئے۔ پھر آپ نے قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۃ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ میں خود عربی زبان کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ محاسن کلام کو بخوبی سمجھتا تھا۔ بخدا میں نے قرآن حکیم سے بہتر کبھی کوئی کلام نہیں سنا اور آپ کے ارشادات گرامی کے مقابلہ میں کوئی حکیمانہ تقریر نہیں سنی تھی۔ اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط دین اور کوئی نہیں پایا۔ چنانچہ میں بادۂ اسلام کے ایک ہی جام سے سرشار ہو گیا اور اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

پیغمبر کا طریقہ تبلیغ

سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی میں یہ بات کامل طور پر نظر آتی ہے کہ دعوت میں آپ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ کچھ مقرر الفاظ کو ہر ایک کے سامنے دہرا دیا کریں بلکہ مخاطب کی رعایت کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی بات رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ دعوت کے کلمات جب داعی کی زبان سے نکلتے ہیں تو اس میں ایک اور شے شامل ہو جاتی ہے اور وہ ہے داعی کی اپنی ذات۔ یہ اضافہ دعوت کو ایک زندہ عمل بنا دیتا ہے جو باعتبار حقیقت ایک ہونے کے باوجود اتنی مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے جس کی کوئی گنی بندھی فہرست نہیں بنائی جا سکتی۔ داعی کے سینے میں خوف خدا سے لرزتا ہوا دل' مدعو کے ایمان کے لیے بچوں کی سی معصوم اور بے قرار تمنا' یہ جذبہ کہ اگر میں خدا کے بندوں کو خدا کے قریب کر سکوں تو مجھ سے خوش ہو جائے گا۔ یہ چیزیں نہ صرف کلمات دعوت میں کیفیت کا اضافہ کرتی ہیں بلکہ اس کو باعتبار ظاہر انتہائی متنوع بھی بنا دیتی ہیں کیونکہ مدعو کو متاثر کرنے کا پرشوق جذبہ اس کو مجبور کرتا رہتا ہے کہ ہر ایک کے ذہن کی مکمل رعایت کرتے ہوئے اس کے سامنے اپنی بات رکھی۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں ایک بار آپؐ نے ابو سفیان اور اس کی بیوی ہند کو ابن عساکر کی روایت کے مطابق ان الفاظ میں دعوت دی۔

"اے ابو سفیان اور اے ہند! خدا کی قسم، تم کو ضرور مرنا ہے۔ اس کے بعد تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو بھلا ہو گا' وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو برا ہو گا' وہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' حق کے ساتھ کہہ رہا ہوں (وانا اقول لکم بحق)"

مکہ کے رئیس اور بزرگوں سے آپ کی گفتگو اس طرح ہوئی "اے حصین! تم کتنے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟" اس نے کہا "سات کی زمین میں اور ایک جو آسمان پر ہے" آپ نے فرمایا "جب مصیبت آئے تو کس کو پکارتے ہو؟" اس نے کہا "آسمان والے کو" آپ نے پھر پوچھا "جب مال پر تباہی آئے تو کس کو پکارتے ہو؟" اس نے کہا "آسمان والے کو" آپ نے فرمایا "وہ اللہ تو تنہا تمہاری فریاد رسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو؟"

اسی طرح مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ابو امامہؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبیلہ کا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ "اللہ نے آپ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا "یہ کہ صلہ رحمی کی جائے' قتل ناحق سے بچا جائے' راستوں کو پرامن امن رکھا جائے' بتوں کو توڑا جائے' صرف ایک خدا کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے"

آپ کے لیے ایک مستقل اور اہم ترین ذریعہ تبلیغ خود قرآن تھا۔ یہی قرآن آپ نے عتبہ ابن ربیعہ کو سنایا اور یہی ولید بن مغیرہ کو اور یہی قرآن آپ نے طفیل بن عمرو دوسیؓ کو سنایا اور جب بھی کوئی شخص آپ کو ملتا تو آپ اسے قرآن کا کوئی نہ کوئی حصہ پڑھ کر سناتے۔ روایات میں اکثر اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔

ثم ذکر الاسلام وتلا علیھم القرآن فعرض علیھم الاسلام وقرا علیھم القرآن

قرآن کی کشش اور جاذبیت عربوں کے لیے اتنی حیرت انگیز تھی کہ اسلام کے بعض کٹر مخالفین بھی راتوں کو چھپ کر آپ کے مکان کے پاس آتے اور دیوار سے لگ کر آپ کا قرآن سنتے جو آپ رات کی تنہائیوں میں پڑھتے۔ قرآن کا آسمانی ادب عربوں کو بے پناہ طور پر متاثر کرتا تھا۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے قرآن ہی سے متاثر ہو کر اپنے ساتھیوں سے یہ کہا تھا کہ "یہ تو اتنا بلند کلام ہے کہ دوسرے تمام کلام اس کے آگے پست ہو جاتے ہیں"

عتبہ بن ربیعہ نے بھی قرآن ہی سنا تھا اور جب آپ اسے قرآن سنا چکے تو فرمایا' ابو الولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا' سن چکے اور میں نے جو کچھ تمہاری باتوں کا جواب دینا تھا' وہ دے چکا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ عتبہ اٹھا اور سیدھا اپنے ساتھیوں کے پاس آیا جنہوں نے اپنا نمائندہ بنا کر محمد (ﷺ) کے پاس بھیجا تھا۔ اس کے چہرے کے خدوخال اب پہلے سے مختلف تھے۔ اسے واپس آتا دیکھ کر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے "بخدا! ابو الولید تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جو چہرہ لے کر وہ گیا تھا۔ عتبہ کے قلب پر اس کلام کے اچھے خاصے اثرات تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۳۔ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۳۔ عیون الاثر ج ۱ ص ۱۹۶)

یہی قرآن سیدنا عمرؓ نے بھی سنا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اور ایک دفعہ اپنی بہن فاطمہؓ کے منہ سے۔ ابن ہشام میں ہے کہ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں حرم کعبہ میں گیا اور چاہا کہ بیت اللہ کا طواف کروں۔ میں نے وہاں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں قرآن کریم میں تلاوت فرما رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں غلاف کعبہ کے پیچھے چھپ کر آپ کا قرآن سننے لگا۔ جب میں نے آپ سے قرآن سنا تو میرے دل میں رقت پیدا ہوئی۔ فلما سمعت القران رق فی قلبی ۔ پس میں خوب رویا اور میرے دل میں اسلام داخل ہوگیا۔ فبکیت و دخلنی الاسلام میں وہیں غلاف کعبہ کے پیچھے کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز ختم فرمائی۔ آپ وہاں سے چل دیے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میری آہٹ محسوس کی تو مجھے پہچان لیا۔ آپ نے یہ سمجھا کہ میں آپ کو اذیت دینے کے لیے آپ کا تعاقب کر رہا ہوں۔ آپؐ نے مجھے خوب ڈانٹا اور فرمایا: "خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تمہارے ایمان لانے کا وقت نہیں آیا۔" میں نے کہا: "آگیا" (سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۳۴۸۔۳۴۹)

ان تمام مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ اسلامؑ کے لیے قرآن سنانا اس زمانہ میں ایک عام طریقہ تبلیغ بن گیا تھا۔ چنانچہ سیدنا مصعب بن عمیرؓ جب مبلغ کی حیثیت سے مدینہ طیبہ بھیجے گئے تو ان کا طریقہ بھی یہی تھا کہ لوگوں سے باتیں کرتے اور قرآن سناتے۔ قرآن سنانے کی وجہ سے ان کا نام "مقری" پڑ گیا۔ وکان یدعی المقرئی (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۷)

یثرب کا سب سے پہلا شخص جس کو آپ نے اسلام کی دعوت دی' غالباً" سوید بن صامت خزرجی تھے۔ اس سے آپ نے اسلام کا ذکر کیا تو اس نے کہا' شاید آپ کے پاس وہی ہے جو میرے پاس ہے۔ آپ نے پوچھا' "تمہارے پاس کیا ہے؟" اس نے کہا "حکمت لقمان" ۔ آپ نے فرمایا: "بیان کرو۔" اس نے کچھ اشعار سنائے۔ آپ نے فرمایا "میرے پاس قرآن ہے جو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے۔" اس کے بعد آپ نے اسے قرآن سنایا تو وہ فوراً" مسلمان ہوگیا۔ یثرب واپس جا کر اس نے جب اپنے قبیلہ کے سامنے اسلام کا پیغام رکھا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (طبری ج ۲ ص ۲۳۲)

نبوت کے دسویں سال یثرب کے دو شخص سعد بن زرارہ اور ذکوان بن قیس مکہ آئے اور عتبہ بن ربیعہ کے ہاں ٹھہرے۔ پیغمبر اسلام کا تذکرہ سنا تو آپ سے ملنے کے لیے آئے۔ آپ نے ان دونوں کو قرآن سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ دونوں حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ پھر وہ اپنے میزبان عتبہ کے پاس جانے کی بجائے سیدھا یثرب چلے گئے۔ یہ ان پہلے لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اہل یثرب تک اولاً" اسلام پہنچایا۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا بات سیدنا طفیل بن عمرو دوسیؓ کی ہو رہی تھی۔ سیدنا طفیلؓ کا بیان ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ چاہتا ہوں کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ آپ حق تعالیٰ کے حضور دعا فرمایئے کہ وہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے جو اس بارہ میں میری معین و مددگار ہو۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی: اللھم اجعل لہ آیۃ "اے اللہ اس کے لیے کوئی نشانی پیدا فرما۔" فرماتے ہیں کہ میں سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رخصت ہو کر واپس اپنے وطن پہنچا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوگیا۔ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس نور کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما دے۔ میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مثلہ (شکل اور ہیئت بدل بدل جانا) نہ سمجھ لیں۔ اور یہ خیال نہ کریں کہ باپ دادا کا دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی شکل و صورت بدل گئی ہے۔ حق تعالیٰ نے میری وہ دعا قبول فرمائی اور وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہوگیا اور وہ کوڑا ایک قندیل کی مانند ہوگیا۔

میں رات کو گھر پہنچا۔ میرے والد ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ میری آمد کی خبر سن کر علی الصبح میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں عرض کیا کہ میں آپ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بتلا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آئندہ سے میرا اور آپ کا تعلق منقطع ہے۔ والد نے کہا: بیٹا! کیوں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا طوق غلامی اپنی گردن میں ڈال کر ان کے دین میں داخل ہوگیا ہوں۔ اور آپؐ کفر و شرک کی نجاست اور گندگی میں آلودہ اور غلطاں ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے والد محترم کی قسمت میں دولت ایمان لکھی ہوئی تھی اس لیے کوئی تلخ جواب دینے کی بجائے فرمایا: بیٹا! وہ دین جو تم نے اختیار کیا ہے اگر وہ واقعی حق و صداقت پر مبنی ہے تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ میں نے کہا' آپ فوری طور پر غسل کر کے پاک کپڑے پہنے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور میری طرح وہ بھی حلقہ ایمان میں داخل ہوگئے۔

میری اہلیہ کو میری آمد کی خبر ہوئی۔ وہ بھی آئیں۔ میں نے اسے بھی کہا کہ آئندہ کے لیے میرے اور تمہارے تعلقات بالکل منقطع ہو چکے ہیں۔ بیوی نے وجہ دریافت کی۔ میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کا پاکیزہ دین اختیار کیا ہے جو تمہارے غلیظ دین سے بالکل مختلف ہے۔ وہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ میں نے اسے کہا کہ اگر تجھے یہ اندیشہ ہے کہ بتوں کو چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر نہ

پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھو کہ بتوں میں کوئی قدرت نہیں۔ وہ ایسے بے حس ہیں کہ انہیں اپنی ہستی تک کا کوئی علم نہیں۔ بیوی کے ساتھ میری والدہ نے بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

بعد ازاں میں نے اپنے قبیلے دوس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول اسلام کرنے میں تامل کیا۔ (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس وقت صرف سیدنا ابوہریرہؓ اسلام لائے۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۳۹) قبیلہ کا یہ انکاری رویہ دیکھ کر مجھے بہت فکر ہوئی۔ میں دوبارہ عازم مکہ ہوا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے تمام گھر والے دولت ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں۔ لیکن قبیلہ نے ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کیا' لہٰذا ان کے لیے بد دعا فرمایئے۔ آپ تو رحمت کائنات تھے۔ وہاں تو بد دعا بھی دعا کا روپ دھار لیتی تھی۔ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللھم اھد دوسا" وائت بھم "اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت فرما اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج۔ پھر فرمایا: "طفیل! جاؤ انہیں نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ میں نے واپس آکر انہیں نرمی اور آشتی کے ساتھ اسلام کی دعوت دی۔ آپؐ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

اسی اثناء میں سرکار دوعالم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس کے بعد جب آپ ۷ھ میں غزوہ خیبر کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت میں اپنے قبیلہ کے ستر یا اسی گھرانوں کو ساتھ لے کر مدینۃ الرسول بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ یہ سب لوگ میرے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ہم پر بڑی نوازشات فرمائیں۔

فتح مکہ کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ عمرو بن حممہ کے بت ذوالکفین کے جلانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی اور سیدنا طفیلؓ نے جا کر اس بت کو نذر آتش کر دیا۔ آپ بت جلاتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے

یاذا الکفین لست من عبادکا   میلادنا اکبر من میلادکا
انی حشوت النار فی فوادکا

یعنی اے ذوالکفین! میں تیری عبادت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میری پیدائش تیری پیدائش سے مقدم ہے۔ میں نے تیرے اندر خوب آگ بھری ہے۔

اس بت کے جلنے سے قبیلہ دوس کے باقی ماندہ لوگ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ طفیلؓ پھر مدینہ طیبہ آگئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ پھر یہ اور ان کے بیٹے عمرو بن الطفیلؓ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور سیدنا عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۹۸-۱۰۱ - سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۲-۳۸۵)

بعض روایات میں ہے کہ اندھیری رات میں ان کا کوڑا روشن ہو جاتا۔ اس وجہ سے وہ "طفیل ذی النور" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

= = = = = = = = = = = = = = = = = = =

دعوت اسلام اور اس کے تقاضے

میں کہوں گا کہ پہلے سوچ تو لو کہ تمہیں کہاں تبلیغ کرنا ہے' اندرونی گوشوں میں یا بیرونی میدان میں۔ اگر اندرونی تبلیغ کرنا چاہتے ہو تو بہت سی برائیاں تمہاری آنکھوں کے سامنے مذہب کے دامن پر رینگتی پھر رہی ہیں' ان کو دور کرو۔ اور اگر بیرونی تبلیغ تمہارے پیش نظر ہے تو کسی اقدام سے پہلے یہ معلوم کرو کہ دنیا کیا چاہتی ہے' اس کو کس چیز کی پیاس ہے اور تم اس کی پیاس کو کس طرح بجھا سکتے ہو اور وہی چیز پہلے اس کے سامنے پیش کرو۔ ورنہ تمہاری کوششیں لاحاصل اور بیکار ہیں۔ دنیا کا رخ دیکھو' معلوم ہو گا کہ وہ اسی کو ڈھونڈ رہی ہے جو پیغام اسلام کا ہے۔ اسلام کا پیغام نجات اور دائمی راحت ہے۔ پھر دنیا مسلسل مصائب سے گھبرا کر اسی کی تلاش میں ہے۔

امریکہ کے صرف ایک صوبے میں پچاس کلب ایسے موجود ہیں جو عقد موقت کی اشاعت کر رہے ہیں۔ یعنی لوگ ایک مدت کے لیے نکاح کریں کیونکہ اگر مسیحی قانون کے مطابق نکاح کرتے ہیں تو وہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور اگر دونوں کا میل نہیں ہوا تو دونوں کی زندگی مسلسل عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہی فطرت کا اقتضا تھا۔ وہاں شادیاں چار چار اور چھ چھ مہینوں کے لیے بھی ہوتی ہیں۔ لیکن تمہارے پاس یہ چیز جو کہ وہ اب پا سکے ہیں' پہلے سے موجود ہے اور عین فطرت ہے اور اسی قسم کے دوسرے قوانین ہیں جو عین فطرت کے مطابق ہیں۔ دیکھو ایک طرف تو نکاح کی اہمیت قائم ہے اور دوسرے ایسے ناگفتہ بہ مصائب سے گلو خلاصی کے لیے بھی دروازہ کھلا ہے۔ آج یورپ وامریکہ معاشرتی نظام کا نقشہ اور وہ بھی نامکمل بنا رہے ہیں حالانکہ مکمل نقشہ اسلام میں ایک زمانے سے اور کامل طور پر موجود ہے۔ (مولانا ابو الکلام آزادؒ)

جناب عبد الرشید ارشد

اقلیتوں کی سرگرمیاں ○ ایک لمحہ فکریہ

نام، ایک فرد، ایک قبیلے، ایک امت اور ملت کے تشخص کی علامت تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ماضی اس پر شاہد ہے۔ مثلاً" لالہ نوبت رائے کی ادائیگی کے ساتھ ہی ہندو دھرم سے اس کا متعلق ہونا سمجھ میں آئے گا یا کرشن چند وغیرہ، گورجیت سنگھ ہو یا گرمیت کور کا سکھ خاندان سے ہونا ثابت ہوگا اور کم و بیش ۲۵ برس پہلے تک یہی صورت حال ناموں کے حوالے سے مسیحی برادری کی تھی۔ مثلاً" برکت مسیح، جان مسیح، ناصر مسیح، الیگزینڈر مسیح وغیرہ

۵۰ کے عشرے کے آخر یا ۶۰ کے عشرے کے آغاز کی بات ہے کہ "ورلڈ کونسل آف چرچز" نے "پاکستان کونسل آف چرچز" کی مالی امداد یہ کہہ کر بند کر دی کہ دی جانے والی امداد کے مقابلے میں مسلمان کم تعداد میں مسیحیت قبول کر رہے ہیں۔ یہ کارکردگی غیر تسلی بخش ہے۔ جواباً" جو بات کہی گئی اور جسے وزنی تسلیم کرتے ہوئے امداد بحال کر دی گئی، یہ تھی کہ مسلمان کو مسیحی بنانے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو اس حقیقت میں ہے کہ مسلمان کے دل و دماغ سے مسلمانیت نکال لی جائے۔ ہم کامیابی سے یہی کام کر رہے ہیں۔ بات وزنی قرار دی گئی۔

کونسل کے ایک اجلاس میں دوسرے مقررین کے ساتھ اس دور میں پنجاب یونیورسٹی میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے مسیحی سربراہ نے "پاکستان میں آئندہ ۲۵ سال میں مسیحی حکومت" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر مسیحی برادری میری معروضات پر عمل کرے تو پچیس سال میں یہاں مسیحی انقلاب لا کر خداوند یسوع مسیح کی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔ معروضات کا خلاصہ یہ تھا کہ

☆ مسیحی برادری اپنے ناموں سے مسیح کا لفظ چھوڑ دے اور آئندہ مسلمانوں جیسے نام رکھے جائیں، معاشرے میں نفوذ سہل ہو جائے گا۔

☆ مسیحی لٹریچر کے نام، کتابوں کے ٹائٹل مسلمانوں کے لکھے کتابچوں سے مشابہ ہوں کہ مسلمان پڑھنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔

اس پر عمل شروع کرتے ہوئے گوجرانوالہ، سیالکوٹ کے انتہائی فوجی اہمیت کے اضلاع میں تعلیم بالغان کے نام پر کام شروع کیا گیا، ہندو عورت بیگم ستنام محمود کو گوجرانوالہ مرکز میں بٹھایا گیا۔ منصوبہ بندی کے مطابق مسلمانوں میں قابل قبول لٹریچر تیار کیا گیا اور یوں تعلیم بالغاں اور اس لٹریچر کی بنیاد پر مسیحیت مسلمان گھرانوں میں گھستی چلی گئی جسے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

آج مسلمان اور مسیحی ناموں میں کوئی فرق نہیں ہے، ناصر بھٹی ہو یا رخسانہ نازلی ہو، فرحان صدیقی ہو یا فرخندہ لودھی ہو کوئی نہیں جانتا اور نہ جان سکتا ہے کہ موصوف یا موصوفہ کا تعلق کس مذہب سے ہے۔ اسی حکمت عملی کا نتیجہ ہے کہ عیسائی قلمکار اسلامی اقدار پر حملہ آور ہیں اور عام مسلمان یہ سمجھا ہے کہ یہ لکھنے والے ان کے اپنے علماء بیزار ہیں۔

نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، مارچ ۹۹ کے صفحہ ۶۲ پر روزنامہ نوائے وقت ۱۳ فروری ۹۹ء برطانوی اخبار "انڈی پینڈنٹ" کے حوالے سے لکھے گئے شذرہ کے مطابق "۳۵ نوجوان عیسائیوں نے اسلامی ناموں کی آڑ میں مجاہدین کی دو تنظیموں کے کیمپوں میں مسلح جدوجہد کی تربیت حاصل کی ہے۔" یہ تو گھر کے بھیدی نے خبر دی ہے۔ اس کے علاوہ اب تک کیا ہوا ہے، اور کیا ہو رہا ہے، مسلح جدوجہد کی تربیت ہو یا میڈیا کے ذریعے جدوجہد ہو، قوم جاننا چاہے تو ہمہ جہت کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہے۔

اقلیتوں کے حقوق اور اقلیتوں کی آزادی اور تحفظ کے تقاضے اپنی جگہ مگر اسلامی ناموں کی آڑ میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار میں ہی سرنگ کے ذریعے ڈاکہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ ہر اقلیت کے لیے ہے، خصوصاً" عیسائی اور مرزائی۔ ہم حکومت پاکستان، سینٹ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کے اراکین سے اور ملت اسلامیہ کے ہر مکتب فکر کے دینی زعماء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس گھمبیر صورتحال اور ملی المیے کا نوٹس لیں۔ یہ رواداری نہیں، دینی شعور وبصیرت کا فقدان ہے۔ آج نوٹس نہ لیا تو کل کے لیے آپ خود یہاں "خداوند یسوع مسیح کی حکومت" کی راہ ہموار کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔ عیسائی اپنے ناموں کے ساتھ مسیح لکھیں اور مرزائی اپنے ناموں کے ساتھ قادیانی کا اضافہ کر کے اقلیتوں کے حقوق و تحفظات سے فیضیاب ہوں۔

یاد رفتگاں

تحریر، مولانا محمد اورنگ زیب اعوان ۔ ہری پور

مولانا قاری محمد بشیر مرحوم

مولانا قاری محمد بشیر ۱۹۵۸ء کو ریاست امب کے علاقہ گلی دیوی میں قاضی ریاست امب اور شیخ الحدیث مولانا قاضی عبد الخالق رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا قاری ولی الرحمٰن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان کی شاگردی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ حفظ قرآن مجید کے بعد راولپنڈی کی معروف دینی درسگاہ انوار العلوم میں مولانا قاری محمد تقی مدظلہ سے قراء ت پڑھی۔ قراء ت سے فراغت کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے داخلہ لیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ۱۷ سال کی عمر میں دورہ حدیث شریف کر کے سند فراغت حاصل کی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم میں ان کا شمار شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ کے سعادت مند شاگردوں میں ہوتا تھا۔

جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ہری پور میں ان دنوں شیر سرحد حضرت مولانا فضل رازق مرحوم خطیب تھے۔ پورے صوبہ سرحد میں ان کی خطابت کا طوطی بولتا تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں انتہائی بے باکی اور دلیری سے قائدانہ کردار انہوں نے ادا کیا تھا۔ ان کی خطابت، خلوص اور للہیت کا یہ حال تھا کہ جمعۃ المبارک کے دن ان کے خطاب سے پہلے ہی جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کا گلہ کر رہی ہوتی تھی اور کہیں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ ۱۹۸۳ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولانا قاری محمد بشیر کو ان کا جانشین نامزد کیا گیا۔ قاری محمد بشیر نے اپنے بڑے بھائی مولانا فضل رازق مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ حق و صداقت کی آواز کو بلند کیا اور جابر حکمرانوں کی ہمیشہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق بلند کیا۔ ان کی اسی جرات و بہادری کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہری پور کے علماء کرام میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر لیا اور عوام کے محبوب قائدین بن کر ابھرے اور پھر جلد ہی شہرت کی بلندیوں پر جا پہنچے اور صرف ہزارہ ڈویژن ہی نہیں صوبہ سرحد کے ممتاز علماء کرام اور خطباء عظام کی فہرست میں ان کا شمار ہونے لگا۔ ۱۹۸۴ء کی ملک گیر تحریک ختم نبوت میں نمایاں قائدانہ کردار ادا کیا اور اتفاق رائے سے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری نامزد ہوئے۔ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ ان دنوں تحریک کا مرکز اور گڑھ تھی۔ ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد اور احتجاجی مظاہروں کا آغاز اسی مرکز سے ہوتا تھا اور ہر معاملہ میں قیادت ان ہی کے حصہ میں آتی تھی۔ ۱۹۸۶ء میں جب شبان تحفظ ختم نبوت کے نام سے ہری پور کے نوجوانوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے منظم انداز سے کام کا آغاز کیا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم نے انہیں شبان تحفظ ختم نبوت کا سرپرست اعلیٰ مقرر کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان کے رفقاء کار مولانا قاضی گل رحمٰن، مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا عبد الدیان، مولانا مطیع الرحمٰن قاسمی، قاری عمر خان فاروقی، محمد اورنگ زیب اعوان اور دیگر مخلص احباب نے اس انداز میں کام کیا کہ ٹی اینڈ ٹی کالونی، کھلابٹ ٹاؤن شپ اور گرد و نواح کے قصبات میں شبان تحفظ ختم نبوت کی ذیلی شاخیں قائم ہوئیں۔ ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ رد قادیانیت پر تربیتی کورسز منعقد ہوئے۔ ختم نبوت کا بول بالا ہوا اور قادیانیت کا منہ کالا ہوا۔

سپاہ صحابہؓ کے قیام کے بعد عظمت صحابہ کرامؓ کے تحفظ اور دشمنان صحابہ کرامؓ کے تعاقب کے سلسلہ میں گراں قدر سنہری خدمات سرانجام دیں۔ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہید، مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور علامہ محمد شعیب ندیم شہید سے ان کے مثالی گہرے تعلقات تھے اور قائدین سپاہ صحابہؓ کو ان پر حد درجہ اعتماد تھا اور تھوڑے عرصہ بعد انہیں سپاہ صحابہ صوبہ سرحد کا سرپرست اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔

ابھی مولانا قاری محمد بشیر نے زندگی کی چالیس بہاریں ہی گزاری تھیں کہ گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ پورا ایک سال بیماری کی نذر ہوگیا۔ الشفاء ہسپتال اسلام آباد، کڈنی سینٹر راولپنڈی میں زیر علاج رہے۔ کچھ افاقہ ہوا تو پھر وہی تنظیمی اصلاحی و تبلیغی پروگراموں کی مصروفیت۔ شفایاب ہوتے ہی سب سے پہلے شیرانوالہ گیٹ چوک میں محسن انسانیت ﷺ کانفرنس کا انعقاد کر لیا اور اس میں مولانا سید عبد المجید ندیم شاہ صاحب کا خطاب کرایا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ستمبر ۱۹۹۸ء میں شبان تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام شیرانوالہ گیٹ چوک میں ہی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تو اس کی تیاری کے لیے بھی بھرپور تگ و دو فرمائی۔ انتظامیہ کی تمام تر

پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود جان جوکھوں میں ڈال کر جرات و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانفرنس کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرایا۔ اس کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم نے فرمائی جبکہ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا' تحریک مدح صحابہؓ کے قائد علامہ عطاء اللہ بندیالوی اور سپاہ صحابہؓ کے مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی نے خطاب کیا تھا۔

جاں گسل مصروفیات اور اسفار کے باعث دوبارہ پھر بیماری نے آلیا۔ کڈنی سینٹر میں داخل کرایا گیا۔ بھرپور علاج ہوا۔ قابل فخر بھائیوں خصوصاً" قاضی عبد السمیع ایڈووکیٹ نے اپنے عظیم بھائی کے علاج پر لاکھوں روپے صرف کیے۔ لاکھوں افراد نے اپنے عظیم قائد کی شفایابی کے لیے رو رو کر دعائیں کیں۔ حرم کعبہ اور مسجد نبویؐ میں خصوصی دعائیں کی گئیں مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور بالآخر مولانا قاری محمد بشیر زندگی کی بازی ہار گئے اور موت جیت گئی۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

۱۳ فروری بروز ہفتہ دن اڑھائی بجے کڈنی سینٹر راولپنڈی میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جان' جان آفرین کے سپرد کر دی اور اگلے روز دن ۱۰ بجے جب جنازہ اٹھا تو ہر آنکھ اشکبار تھی اور درد والم اور رنج وغم کے المناک مناظر اس سے پہلے کم ہی دیکھنے میں آئے۔ ہزارہ ڈویژن کے علماء کرام اور دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین و کارکن فخر ہزارہ مولانا قاری محمد بشیر کے جنازہ کو کندھا دینے کے لیے اکٹھے تھے۔

لاش کاندھوں پہ میری' ساتھ ہجوم یاراں
آخری بار میرا گھر سے نکلنا دیکھو

ایلیمنٹری کالج کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں بلاشبہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ ہری پور ہی نہیں ہزارہ ڈویژن کی تاریخ اس عظیم جنازہ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اس گراؤنڈ میں جب جنازہ پہنچا تو تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ مولانا مرحوم کے چچا ممتاز عالم دین اور ولی کامل حضرت مولانا عبد الرحمٰن نے ان کا جنازہ پڑھایا اور برستی آنکھوں اور دھڑکتے دلوں کے ساتھ مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔

حکومت پنجاب سے خصوصی اپیل

ملک کے ممتاز ادارہ جامعہ رحمانیہ جہانیاں ضلع خانیوال کے مہتمم مولانا سید وجیہ الرحمٰن صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی حافظ سعود الرحمان کو ایک ناکردہ قصور میں پھنسا کر پنجاب پولیس نے عرصہ آٹھ ماہ سے پابند سلاسل کر رکھا ہے۔ مولانا ایک عظیم ادارہ کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ شہر کی مرکزی جامع مسجد میں محکمہ اوقاف کی طرف سے سرکاری خطیب بھی ہیں اور ضلع خانیوال میں امن و امان کے حوالہ سے ان کی کارکردگی بھی نمایاں ہے۔ ضلعی و ڈویژنل انتظامیہ نے بارہا مرتبہ امن کمیٹیوں میں مولانا کو امن و امان برقرار رکھنے پر اسناد بھی دی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دہشت گردی کے ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر کے ان کی گرفتاری پر اہل علاقہ سخت تشویش میں ہیں۔ لہٰذا ارباب حل وعقد سے گزارش ہے کہ فوری طور پر انہیں رہا کیا جائے اور ان کے مقدمہ کی کسی غیر جانبدار عدالتی کمیشن سے تحقیقات کروائی جائے۔

منجانب: انجمن رحمانیہ جہانیاں و اہالیان جہانیاں

شیر کی چند خصوصیات

مرسلہ محمد زبیر جمیل باغبان پورہ لاہور

شیر بہت سی ایسی صفات رکھتا ہے جو دیگر جانوروں میں نہیں پائی جاتیں۔ یہاں اس کی بعض چند خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیر بھوک کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ ۲۔ پانی کی حاجت بہت کم محسوس کرتا ہے۔ ۳۔ دوسرے کسی جانور کا شکار کیا ہوا (جھوٹا) نہیں کھاتا۔ ۴۔ شکار کر کے کھاتے کھاتے اگر اس کا پیٹ بھر گیا تو بقیہ وہیں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر دوبارہ اس پر نہیں آتا۔ ۵۔ شیر کتے کا جھوٹا پانی کبھی نہیں پیتا۔ ۶۔ شیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شکار کو بغیر چبائے ہوئے اگلے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ ۷۔ اس کے منہ میں لعاب بہت کم آتا ہے۔ ۸۔ اسی وجہ سے اس کا منہ گندا رہتا ہے۔

شیر نہایت بہادر و دلیر ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ بزدلی بھی پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ

۱۔ شیر مرغ کی آواز سے گھبرا اٹھتا ہے۔ ۲۔ بلی کی خوفناک آواز سے بھی ڈر جاتا ہے۔ ۳۔ آگ کے دیکھنے سے حیران ہو جاتا ہے۔ نیز شیر اکثر بخار میں مبتلا رہتا ہے اور طویل عمر والا ہوتا ہے۔ بڑھاپے کی علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے دانت گرنے لگتے ہیں۔ (بحوالہ حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۴۴' ۴۵).

جرس کاروان

پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۶ اپریل کو گوجرانوالہ میں ہوگا

امیر مرکزیہ مولانا فداء الرحمٰن درخواستی پاکستان واپس پہنچ گئے

پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمٰن درخواستی لینڈ میں تین ماہ کے قیام کے بعد کراچی واپس پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے پاکستان شریعت کونسل کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۶ اپریل بروز منگل طلب کر لیا ہے، جو صبح دس بجے جامعہ قاسمیہ انور ٹاؤن (نزد کھیالی چوک) بائی پاس روڈ گوجرانوالہ میں ہوگا اور اس میں ملک بھر سے سرکردہ علماء کرام اور جماعتی راہ نما شریک ہوں گے۔ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے مرکزی شوریٰ کے ارکان سے کہا ہے کہ دعوت نامہ جاری کر دیا گیا ہے۔ تاہم اگر کسی دوست کو دعوت نامہ نہ ملے تو وہ اس اعلان کو دعوت نامہ تصور کرتے ہوئے بروقت اجلاس میں شرکت فرمائیں۔ انہوں نے بتایا کہ جامعہ قاسمیہ لاہور سے راولپنڈی جاتے ہوئے گوجرانوالہ بائی پاس روڈ پر کھیالی چوک سے کچھ آگے مین روڈ پر واقع ہے اور وہاں کا فون نمبر ۲۹۲۷۱۵ (۰۴۳۱) ہے۔

دینی جماعتیں مجلس عمل کے پروگراموں میں تعاون کریں

------------ مولانا سید عطاء المومن بخاری

مجلس عمل علماء اسلام پاکستان کے مرکزی رابطہ سیکرٹری مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری نے مدرسہ حسینیہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں فکر علماء حق کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجلس عمل کے نام سے علماء حق کا متحدہ پلیٹ فارم دین حق کی سربلندی اور عالمی کفر کے مقابلہ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس لیے تمام دینی جماعتوں کو مجلس عمل کے پروگراموں میں تعاون کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار اور امریکی سامراج نے اسلام اور دینی قوتوں کے خلاف جو عزائم اختیار کر رکھے ہیں ان کا مقابلہ دینی قوتیں متحد ہو کر ہی کر سکتی ہیں۔ مرکزی رابطہ کمیٹی کے رکن مولانا زاہد الراشدی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے قرآن و سنت کو دستوری طور پر سپریم لاء تسلیم کرنا ضروری ہے لیکن ابھی تک ہمارے دستور میں قرآن و سنت کی بالادستی کو قبول نہیں کیا گیا۔ انہوں نے حکومت اور اپوزیشن سے اپیل کی کہ وہ سینٹ میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کا دستوری بل جلد از جلد منظور کریں۔ مرکزی رابطہ کمیٹی کے رکن مولانا عبد الرؤف فاروقی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ہمارے اکابر نے آزادی کے لیے جنگ لڑی تھی ہمیں اسی طرح اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے جنگ لڑنا ہوگی۔ کانفرنس سے مولانا محمد اکرم عابد، مولانا قاری محمد اکرم مدنی، رانا عبد الرؤف خان اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

نور پورہ میں جامعہ عثمانیہ کا سنگ بنیاد

پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے گزشتہ روز قلعہ دیدار سنگھ کے قریب نور پورہ میں دینی درسگاہ جامعہ عثمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور اس موقع پر ایک تقریب سے خطاب کیا۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دینی مدارس اسلام کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے مراکز ہیں۔ تقریب میں علاقہ کے سرکردہ حضرات نے شرکت کی اور اس سے ممتاز عالم دین مولانا محمد اسماعیل محمدی، قاری شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماء نے بھی خطاب کیا۔

پاکستان ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کا اجلاس

انسانی حقوق کے اسلامی تصور کو اجاگر کرنے اور انسانی حقوق کے نام سے کام کرنے والی لابیوں کی سرگرمیوں کو واچ کرنے کے لیے گزشتہ دنوں پاکستان ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۱ اپریل اتوار کو صبح دس بجے فاؤنڈیشن کے چیئرمین چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کے دفتر ۔ ٹمپل روڈ لاہور میں منعقد ہو رہا ہے جس میں فاؤنڈیشن کے دستور اور پروگرام کی منظوری دی جائے گی۔ فاؤنڈیشن کے سیکرٹری جنرل پروفیسر شجاعت علی مجاہد نے اس عنوان سے دلچسپی رکھنے والے علماء اور احباب سے کہا ہے کہ وہ ان سے المجاہد ہاؤس ایبٹ آباد روڈ سیالکوٹ کے ایڈریس پر رابطہ کریں۔

خودکشی کی وارداتیں نظام کی ناکامی کی دلیل ہیں

پاکستان شریعت کونسل پنجاب کے سیکرٹری جنرل مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر نے ملک بھر میں خودکشی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور ایک بیان میں کہا ہے کہ معاشی حالات سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کا یہ انتہائی اقدام مروجہ سسٹم کی ناکامی کا کھلم کھلا اعلان ہے اور اس کی ذمہ داری ان طبقات پر عائد ہوتی ہے جو محض اپنے مفادات کو بچانے کے لیے اس نظام ظلم و کفر کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے علماء کرام سے اپیل کی ہے کہ وہ عوام کو مروجہ نظام کی خرابیوں سے آگاہ کریں اور انہیں اسلامی نظام کی برکات سے روشناس کراتے ہوئے اس کے نفاذ کی جدوجہد کے لیے تیاری کریں۔

تعارف و تبصرہ رئیس التحریر

سیرت امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضؓ

امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حالات زندگی اور علمی و دینی خدمات پر اردو میں ایک مستند کتاب کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اس ضرورت کو احسن طریقہ سے پورا کر دیا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے نام نامی کے بعد اس کتاب کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ پونے پانچ سو صفحات کی یہ ضخیم کتاب مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور نے عمدہ کتابت و طباعت اور خوبصورت جلد کے ساتھ شائع کی ہے اور اس کی قیمت کتاب پر درج نہیں ہے۔

سہ ماہی احوال و آثار کاندھلہ ---- مولانا انعام الحسنؒ نمبر

کاندھلہ (انڈیا) کے معروف علمی جریدہ سہ ماہی احوال و آثار نے تبلیغی جماعت کے سابق امیر حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے حالات زندگی اور علمی و دینی خدمات پر ایک ضخیم اشاعت کا اہتمام کیا ہے جس میں کاندھلہ کے اس علمی خاندان کے دیگر ممتاز حضرات کے حالات زندگی کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل اس ضخیم اور مجلد نمبر کی قیمت اڑھائی سو روپے ہے اور اسے پاکستان میں مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

مکاتیب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

تحریک آزادی کے نامور سپوت اور مفکر انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے مختلف حضرات کے نام خطوط کو ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری صاحب نے مرتب کیا ہے جن میں اس دور کے سیاسی حالات اور تحریک آزادی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے افکار و خیالات سے شناسائی ہوتی ہے۔ یہ مجموعہ المحمود اکیڈمی، عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ صفحات ۲۲۱ مجلد قیمت ایک سو بیس روپے۔

سراج مومن

علم میراث میں "سراجی" معروف کتاب ہے جو ایک عرصہ سے درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ مولانا سید قاری عبد الروف مومن زیدی صاحب نے سراجی کی عبارت کو اعراب، ترکیب اور ترجمہ کے ساتھ نئے انداز میں پیش کیا ہے جو مدرسین اور طلبہ کے لیے بطور خاص استفادے کی چیز ہے۔ کتاب بڑے سائز کے ۲۱۲ صفحات پر مشتمل ہے جس پر قیمت درج نہیں اور اسے مصنف سے مولانا حافظ عبد المنان نور پوری جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ کی معرفت طلب کیا جا سکتا ہے۔

الادب الجاری فی ابیات صحیح البخاری

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں جو احادیث نبویہؐ پیش کی ہیں ان میں کئی مقامات پر اشعار بھی شامل ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا لطافت الرحمٰن زید مجدہم نے ان ابیات و اشعار کو ایک الگ مجموعہ میں ان کے پس منظر اور شرح و ترجمہ کے ساتھ پیش کیا ہے جو بلاشبہ اہل علم کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے جسے مولانا عبد القیوم حقانی نے ادارۃ العلم والتحقیق جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ صوبہ سرحد کی طرف سے شائع کیا ہے۔ ضخامت ۱۶۰ صفحات۔ قیمت درج نہیں۔

پاکستانی جامعات میں عربی زبان اور علوم اسلامیہ پر تحقیق

یہ دراصل ایک مقالہ ہے جس میں معروف دانش ور ڈاکٹر سفیر اختر نے پاکستانی جامعات یعنی یونیورسٹیوں میں عربی زبان اور اسلامی علوم کے سلسلہ میں ہونے والے تحقیقی کام کا جائزہ لیا ہے اور اس کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالی ہے۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ندوۃ المعارف ۱۳ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے اور پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ

ممتاز دانش ور جناب عبد الرشید ارشد نے اس رسالہ میں انسانی حقوق، آزادی نسواں اور اقلیتوں کے حوالہ سے کام کرنے والے اداروں کی کچھ سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے اور مسلمانوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ صفحات ۵۶ ملنے کا پتہ رائٹر فورم جوہر پریس بلڈنگ جوہر آباد ضلع خوشاب۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے عملی نفاذ کے لیے
انتخابی اور گروہی سیاست سے الگ تھلگ رہتے ہوئے
رائے عامہ کی بیداری، علماء و کارکنوں کی ذہن سازی اور دینی حلقوں میں رابطہ و مفاہمت کا فروغ

پاکستان شریعت کونسل

کا مقصد قیام اور اساسی ہدف ہے اور کسی بھی دینی و سیاسی جماعت سے وابستہ حضرات اس میں شامل ہو کر فکری، نظریاتی اور علمی جدوجہد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ البتہ پاکستان شریعت کونسل کے دستور میں صرف اتنی شرط عائد کی گئی ہے کہ اس کا کسی بھی سطح کا امیر یا جنرل سیکرٹری کسی دوسری جماعت کا عہدہ دار نہیں ہوگا۔

ملک بھر میں پاکستان شریعت کونسل کی رکن سازی جاری ہے

فارم رکنیت اور دیگر معلومات حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل حضرات سے رابطہ کریں

پنجاب	مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر	مسجد امن باغبانپورہ۔ جی ٹی روڈ۔ لاہور
سندھ	مولانا سیف الرحمٰن ارائیں	جامعہ مفتاح العلوم۔ سائٹ ایریا۔ حیدر آباد
سرحد	مولانا حفیظ الرحمٰن المدنی	جامعہ معراج العلوم۔ بنوں
بلوچستان	مولانا نخی داد خوستی	چینی مسجد۔ شیخ آباد۔ ژوب
آزاد کشمیر	مولانا عبدالحی	مدنی مسجد۔ دھیر کوٹ۔ ضلع باغ
اسلام آباد	مولانا قاری میاں محمد نقشبندی	جامع مسجد سیدنا ابراہیم ۔ واپڈا کالونی۔ H/8

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ نفاذ اسلام کے حوالہ سے لوگوں کی ذہن سازی علماء کرام اور دینی کارکنوں کی فکری و عملی تربیت اور اسلام دشمن قوتوں اور اداروں کی سرگرمیوں کی نشان دہی اور تعاقب کی ضرورت ہے تو ہمارے ساتھ اس جدوجہد میں شریک ہوں اور اپنی صلاحیتوں، توانائیوں اور وسائل کے ساتھ اسے آگے بڑھائیں۔

منجانب: مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، امیر — جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن 11-C-T نارتھ کراچی
پاکستان شریعت کونسل
ابو عمار زاہد الراشدی، سیکرٹری جنرل — مرکزی جامع مسجد۔ پوسٹ بکس ۳۳۱۔ گوجرانوالہ

REGD. NO.
L. 8736

Fortnightly
AL-SHARIA
Gujranwala

E-mail
alsharia@paknet4.ptc.pk

الشریعہ اکیڈمی

ہاشمی کالونی، کنگنی والا، جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

----- زیر سرپرستی -----

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

----- زیر نگرانی -----

مولانا زاہد الراشدی

☆ مجوزہ تعلیمی پروگرام ☆

○ پرائمری پاس بچوں اور بچیوں کے لیے پانچ سالہ کورس جس میں حفظ قرآن کریم، عربی گرامر کے ساتھ ترجمہ قرآن پاک، دیگر ضروری دینی تعلیم، میٹرک کی تیاری اور کمپیوٹر ٹریننگ شامل ہے۔

○ درس نظامی کے فضلاء کے لیے ایک سالہ تربیتی کورس جس میں تقابل ادیان ونظریات، تاریخ اسلام، اسلامی نظام حیات، کمپیوٹر ٹریننگ اور تحریر وتقریر کی مشق کے ساتھ نان میٹرک فضلاء کو میٹرک کی تیاری اور میٹرک پاس فضلاء کو ایف اے کی تیاری کا پروگرام شامل ہے۔

○ عام شہریوں بالخصوص وکلاء، تاجروں اور طلبہ کے لیے روزانہ مغرب سے عشاء تک قرآن کریم باترجمہ، ضروریات دین اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام

☆ مجوزہ تعمیری پروگرام ☆

○ مسجد خدیجۃ الکبریٰؓ ○ مدرسہ البنات ○ دار الاقامہ ○ لائبریری

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم ۶۔ اپریل ۹۹ء منگل کو شام ساڑھے پانچ بجے الشریعہ اکیڈمی کا سنگ بنیاد رکھیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ

ہم خیال احباب اور اصحاب خیر سے افتتاحی تقریب میں شرکت اور تعمیری وتعلیمی پروگرام میں بھرپور تعاون کی درخواست ہے۔

--------- منجانب: حافظ محمد عمار خان ناصر، ڈائریکٹر الشریعہ اکیڈمی، گوجرانوالہ ---------

رابطہ کے لیے: مرکزی جامع مسجد (شیرانوالہ باغ) گوجرانوالہ۔ فون وفیکس ۲۱۹۶۶۳ (۰۴۳۱)